اِنفاق فی سبیل اللہ اور متمول صحابہ کا طرزِ عمل: ایک تحقیقی مطالعہ

Spending in the Way of Allah and its Practice in the Lives of Richest Companions of the Prophet Muhammad [P.B.U.H]: A Research Study

محمد اسماعیل*

محمد عزیز**

Abstract

Spending in the way of Allah (Infaq fi Sabilillah) is an important institution of Islam. Allah the Almighty stressed on such kind of spending in many places of the Holy Quran. Moreover, Prophet Muhammad [P.B.U.H] companions always practiced the teaching about such spending through their sayings and actions. In order to investigate about such sort of spending in the lives of richest Companions, an archival research methodology is used, which is a widely used research approach in Islamic studies and Islamic theology. The study reviewed the available prominent and established literature, to investigate the consciousness of richest Prophet Muhammad's Companions [RA] toward Infaq fi Sabilillah. The study concluded that the lives of the Companions are full of scarifications, and both mandatory and voluntary spending in the name of Allah. The total sum of such spending by the top four richest Companions is far greater than the total wealth of present wealthy people globally. After all such huge spending, their wealth increased day after day and never got decreased. This is the Divine law of spending which says that spending in the way of Allah leads to increase in Wealth.

Keywords: Islamic Economics, Infaq fi Sabeelillah, Poverty, Alleviation in Islam.

* پی ایچ ڈی سکالر، اسلامک بزنس اینڈ فنانس، سنٹر فار ایکسلینس ان اسلامک فنانس، آئی اِیم سائنسیز، پشاور۔

** لیکچرار، شعبہ اسلامیات، اسلامیہ کالج یونیورسٹی، پشاور۔

اِنفاق فی سبیل اللہ، یعنی اللہ کی راہ میں خرچ، یعنی اسلام کا ایک اہم شعبہ ہے۔اللہ پاک نے کلامِ مجید میں بارہا نماز کی فرضیت کے ساتھ صدقہ اور انفاق فی سبیل اللہ کا بیان فرمایا ہے جو اس امر پر دلالت ہے کہ فرائض کے ساتھ یہ بھی اسلام میں انتہائی اہم ہیں۔ نبی ﷺ ہمیشہ اپنے عمل سے اس شعبے کو زندہ رکھے رہے ا ور صحابہؓ کے عظیم جماعت نے بھی فقر وراحت اور بادشاہی و درویشی میں شُکراور سخاوت کی جو بے نظیر مثالیں قائم کیں وہ دنیا کے کسی دوسرے مذہب یا تہذیب میں نہیں ملتیں۔زیرِ نظر مقالے کے اندر صحابہ رسول ﷺ کے اس عظیم جماعت کے چار جلیل القدر اور مالدار صحابہؓ کے تجارتی زندگی، کاروبار کی نوعیت و وسعت اور جذبہ انفاق فی سبیل اللہ کے بارہ میں ذکر ہے۔ان عظیم مالدارانِ صحابہؓ میں اولاً ذکر حضرت عثمان بن عفانؓ کا ہے، دوسرے نمبر پر حضرت زبیر بن عوامؓ کا ذکر ہے، حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ کا ذکر تیسرے نمبر پر ہے جبکہ آخر الذکر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ—کلام الٰہی وسنت رسول ﷺ کی روشنی میں

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر اپنی راہ میں خرچ کرنے کے حوالے سے تاکید فرمائی ہے اور احتکار اور مال و دولت کی ذخیرہ اندوزی کو سخت ناپسندیدہ عمل قرار دینے کے ساتھ ساتھ درہم و دینار کے ذخیرہ اندوزوں کو شدید عذاب کی خبر کی ہے۔ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾[1]

"اور جو لوگ سونا اور چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی خبر سنادیں۔"

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ﴾[2]

''اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمہاری لئے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو''

یعنی اپنے پاکیزہ کمائی میں سے فی سبیل اللہ انفاق کرو۔ چاہے وہ کاروبار یعنی تجارت و صنعت کے ذریعے سے حاصل کیا گیا ہو یا پھر فصل/باغات کی پیداوار کے ذریعے سے۔

ایک اور جگہ نماز کی فرضیت کے ساتھ ساتھ اپنی راہ میں خرچ کرنی کی اہمیت اور فرضیت کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے:

﴿ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ .... اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾[3]

''جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے ہیں۔۔۔۔۔ پس یہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں''۔

یعنی صاحبِ حیثیت مسلمانوں کے لیے آخرت میں فلاح اور نجات پانا انفاق فی سبیل اللہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

مندرجہ بالا آیت میں ذکر شدہ لفظ ''انفاق'' عام ہے جو صدقاتِ واجبہ اور نافلہ دونوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ لہذا اڑھائی فیصد زکوٰۃ ادا کرنے سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ مال کا حق ادا ہو گیا بلکہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال میں مستحقین کے ایسے حقوق ہیں جن کی ادائیگی فرض کا درجہ رکھتی ہے۔

فاطمہ بنت قیس کہتی ہے کہ رسول ﷺ نے میرے پوچھنے پر زکوٰۃ کے بارے میں فرمایا:

"إنّ فى المالِ حقاً سوي الذكاة"[4]

''بے شک مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں''۔

اپنے قول و عمل سے رسولِ اقدس ﷺ نے امت کو یہی تصور دیا کہ ایک مسلمان کے لیے اصل مال وہ ہے جسے اس دنیا میں اللہ کی راہ میں خرچ کر کے آخرت کے لیے ذخیرہ کر لیا جائے۔ رسول ﷺ کا ارشاد حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ:

"لو كان لي مثل أحد ذهباً لسرّني أن لاتمرعليّ ثلاث ليال وعندي منه شيء إلاشيئاً أرصده لدين"[5]

"اگر میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا بھی ہو تو میرے لیے یہی بات باعث راحت ہوتی کہ تین راتیں گزرنے تک اسے راہِ خدا میں خرچ کردوں اور اس مال میں سے اسی قدر بچا کر رکھتا جو قرض کی ادائیگی کے لئے ضروری ہوتا"۔

مزید برآں حضور ﷺ نے امت کو یہ تصور نہ صرف بصورتِ تعلیم ہی دیا بلکہ اس کی عملی شکل اپنی حیات سے فراہم فرمادی۔ امام ترمذی کا روایت کردہ یہ واقع اس حقیقت کی توضیح کے لیے کافی ہے کہ نبی ﷺ کی بارگاہ میں ایک مرتبہ ستر ہزار درہم (صرافہ ٹیبل: حوالہ 1) کا ہدیہ پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے انہیں چٹائی پر ڈال دیا اور سب کا سب حاجت مندوں میں تقسیم فرمادیا۔ بعد آزاں ایک ضرورت مند نے آکر سوال کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ما عندي شيء ولكن ابتع عليّ فإذا جاءني شيء قضيته"[6]

"اس وقت ہمارے پاس کچھ نہیں بچا لیکن تو بازار سے ہمارے نام پر اپنی تمام ضرورتیں خرید لے۔ جب ہمارے پاس پیسے آجائیں گے ہم اپنا ادھار چکادیں گے"۔

نبی ﷺ کی حیاتِ پاک سے ہمیں ایسی س ہزاروں مثالیں ملتی ہیں، لیکن زیرِ نظر مقالے میں صرف ان چار عظیم صحابہؓ کے جذبہ انفاق اور سخاوت کا ذکر ہے کہ جن کے ایمان کا حال تو یہ تھا کہ دنیا میں ہی انہیں جنت کی بشارت دی گئی تھی اور ساتھ ہی ساتھ دنیا میں کثیر مال و دولت کے نعمت سے بھی نوازا گیا تھا۔

ا۔ حضرت عثمان بن عفانؓ

نام عثمان، ابو عبداللہ اور ابو عمر کنیت، غنی لقب اور والد کا نام عفان تھا۔ آپؓ قریش کی مشہور شاخ بنوامیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ شرف اور عزت و وجاہت کے اعتبار سے بنوہاشم کے بعد بنوامیہ کا مقام سب سے اعلیٰ تھا۔ آپؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے قریبی احباب میں تھے اور صدیقؓ

کی دعوت تبلیغ سے ہی اسلام قبول کیا۔ آپؓ نبی ﷺ کے دوہرے داماد یعنی ذالنورین ہیں۔ اپنی سخاوت، دریادلی اور ثروت کے باعث غنی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپؓ اسلام کے تیسرے خلیفہ تھے اور بارہ (۱۲) سال تک ایک بڑی اسلامی مملکت کے خلیفہ رہے۔

پیشہ: عبید اللہ بن زرارہ سے مروی ہے کہ عثمانؓ جاہلیت اور اسلام میں تاجر تھے وہ اپنا مال شرکت (مضاربت) پر دیا کرتے تھے۔ علاء بن عبدالرحمٰن راوی ہیں کہ عثمانؓ انکے والد کو اپنا مال نصف نفع کی شرکت پر دے دیتے تھے۔[7] مسلم ابن قتیبہ نے اپنی کتاب "المعارف" میں ایک باب مکہ وغیرہ کے پیشہ وروں سے متعلق لکھا ہے اور پھر نام بنام مشہور صحابیوں کے پیشوں کی صراحت کی ہے۔ اس کتاب میں حضرت عثمان غنیؓ کا پیشہ پارچہ فروشی بیان کیا گیا ہے۔[8] آپؓ نے ربیعہ بن حارث کی شرکت میں کپڑے کا کاروبار بہت بڑے پیمانے پر شروع کر دیا۔ اس میں آپؓ نے وہ کامیابی حاصل کی کہ آپؓ کا لقب ہی غنی ہو گیا۔

سخاوت اور جذبہ انفاق فی سبیل اللہ: آپؓ بہت ہی زیادہ سخی تھے اور فی سبیل اللہ بے انتہا مال خرچ کرتے۔ خود آپؓ کا مشہور قول ہے کہ چار چیزیں بیکار ہیں۔ (۱) وہ علم جو بے عمل ہو۔ (۲) وہ مال جو خرچ نہ کیا جائے۔ (۳) وہ زہد جس سے دنیا حاصل کی جائے۔ (۴) وہ لمبی عمر جس میں سامانِ آخرت کچھ تیار نہ کیا جائے۔[9] آپؓ کے سخاوت کے چند اہم واقعات:

(۱) مسجد نبوی جب ضرورت کے لیے ناکافی ہو گئی تو آپؓ نے اس سے ملحق ایک قطعہ اراضی کو 20 یا 25 ہزار درہم (صرافہ ٹیبل: حوالہ 2، 3) میں خرید کر نبی ﷺ کو خبر کی تو انہوں نے خوش ہو کر فرمایا تم اس کو ہمارے مسجد میں شامل کر دو اور اس کا ثواب تم کو ملے گا۔[10]

(۲) مدینہ آنے کے بعد مہاجرین کو پانی کی سخت تکلیف تھی، تمام شہر میں صرف "بیئر رومہ" ایک کنواں تھا، جس کا پانی پینے کے لائق تھا، لیکن اس کا مالک ایک یہودی تھا اور اس نے اس کنویں کو ذریعہ معاش بنا رکھا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اس عام مصیبت کو رفع کرنے کی غرض سے اس کنویں کو بیس (20) ہزار درہم میں خرید کر وقف کر دیا۔[11]

(۳) ایک مرتبہ چار دن تک اہلِ بیت اطہار کو کھانا میسر نہ آیا۔ رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے اور ام المومنین عائشہ سے دریافت کیا کہ تم کو کچھ کھانے کو ملا۔ ام المومنین عائشہ نے عرض کی ''کہاسے ملتا اللہ آپ ہی کے ہاتھوں ہم کو مرحمت فرماتا ہے''۔ نبی ﷺ خاموش ہو گئے وضو کیا اور مسجد میں نفل پڑنے لگے آپ تھوڑی تھوڑی دیر بعد جگہ تبدیل کرتے جاتے تھے اتنے میں حضرت عثمانؓ آگئے اور اجازت طلب کی۔ عائشہ صدیقہؓ نے چاہا عثمان کو آنے کی اجازت نہ دیں پھر یہ خیال کر کے کہ یہ مالداران صحابہ میں سے ہیں، شائد اللہ نے ان کے ذریعے سے ہم تک نیکی پہنچانے کا قصد کیا ہو، انہوں نے اجازت دے دی۔ عثمان نے ان سے نبی ﷺ کا حال دریافت کیا انہوں نے جواب دیا اے صاجزادے چار یوم سے اہل بیت رسالت نے کچھ نہیں کھایا۔ عثمان بن عفان نے رو کر کہا تف ہے دنیا پر۔ پھر کہا اے ام المومنین آپ کو یہ مناسب نہ تھا کہ آپ پر ایسے حادثات گزریں اور آپ نہ مجھ سے ذکر کریں اور نہ عبدالرحمٰن بن عوف سے اور نہ ثابت بن قیس جیسے مالداروں سے۔ ذالنورین یہ کہہ کر واپس گئے اور کئی اونٹ آٹا، گیہوں، کھجوریں اور مسلم بکرا مع تین سو درہم (صرافہ ٹیبل: حوالہ 4) کے لا کر پیش کیا۔ پھر کہا یہ بدیر تیار ہو گا میں پکا ہوا کھانا لاتا ہوں چنانچہ روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت لائے۔ پھر کہا کھائیں اور نبی ﷺ کے لیے بھی رکھیں۔ پھر ام المومنین حضرت عائشہ کو قسم دی کہ آئندہ جب کبھی ایسا واقعہ پیش آئے تو مجھے ضرور مطلع کرنا۔[12]

(۴) ایک دن نبی ﷺ جیش عسرہ کی تیاری کے متعلق بار بار صحابہ کو ترغیب دے رہے تھے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے ملک شام کے لیے ایک قافلہ تیار کیا تھا جس میں پالان اور کجاوے سمیت تین سو اونٹ تھے اور دو سو اوقیہ (تقریبا ساڑے انیتس کلو) چاندی (صرافہ ٹیبل: حوالہ 5) تھی۔ آپ نے یہ سب صدقہ کر دیا۔ حضور ﷺ نے منبر سے اترتے ہوئے فرمایا کہ عثمانؓ کے جرم و گناہ ان کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ جب لشکر کو نبی ﷺ نے تیار فرمایا تو آپؓ نے ایک ہزار دینار (صرافہ ٹیبل: حوالہ 6) (تقریبا ساڑے پانچ کلو سونے کے سکے) لا کر حضور ﷺ کے دامن میں ڈال دیئے۔ آپ ﷺ دیناروں کو اُلٹتے پلٹتے جاتے

تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ آج عثمانؓ کا کوئی عمل ان کو ضرر نہیں پہنچائے گا۔[13] اس کے بعد آپؓ نے پھر صدقہ کیا، اور صدقہ کیا، یہاں تک کہ آپ کے صدقے کی مقدار نقدی کے علاوہ نو سو اونٹ اور ایک سو گھوڑوں تک جا پہنچی۔[14]

(۵) ایک مرتبہ شام سے ایک ہزار اونٹ آپؓ کے غلہ سے لدے ہوئے آئے۔ آپؓ نے سنا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر اس قحط کے زمانے میں عثمانؓ یہ غلہ غریبوں میں مفت تقسیم کر دے تو جنت پالے۔ آپؓ نے یہ سنتے ہی نہ صرف غلہ بلکہ تمام اونٹ بھی مع سامان اللہ کی راہ میں صرف کر دیئے۔[15]

(۶) آپؓ نے اپنے ۱۲ سالہ دورِ خلافت میں حق الخدمت کے طور پر بیت المال سے ایک پائی بھی نہ لی۔ حضرت عمرؓ کی وفات کے وقت ان کا سالانہ وظیفہ پانچ ہزار درہم سالانہ تھا۔ اس لحاظ سے آپؓ نے کم از کم ساٹھ ہزار درہم (صرافہ ٹیبل: حوالہ 7) کی گرانقدر رقم ایثار کے طور پر مسلمانوں کے لیے چھوڑ دی تھی۔[16]

(۷) اپنے دورِ خلافت میں آپ نے اپنے خاص مصرف سے مسجد نبوی ﷺ کی چھت، صحن اور دیواروں کو پختہ کرایا۔

(۸) ذالنورین کی عتاق کی کیفیّت یہ تھی کہ جب سے اسلام لائے تھے۔ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کیا کرتے تھے اور اگر اتفاق سے کسی جمعہ کو غلام آزاد کرنے کی نوبت نہ آتی تھی تو دوسرے جمعہ کو دو غلام آزاد کر دیتے تھے۔

(۹) مقامِ بقیع، مدینہ سے قریب، میں آپ نے ایک نہایت وسیع قطعہ زمین خریدا۔ جس کو بعد ازاں قبرستان کے لیے وقف فرمادیا۔[17]

(۱۰) پہلا حادثہ جو آپ کے دورِ خلافت میں پیش آیا تھا یہ تھا کہ عبیداللہ بن عمر نے ہرمزان اور جفینہ کو اس شبہ میں قتل کر ڈالا کہ یہ لوگ فاروقِ اعظم کی شہادت میں شریک تھے۔ ذی النورین کے سامنے جب یہ مقدمہ پیش ہوا اور ہر طرف سے لے دے شروع ہوئی تو آپ نے ایک

کثیر رقم اپنے جیب خاص سے حضرت عمر فاروق کے ورثاء کی طرف سے بطور خون بہا ہرمزان کے ورثاء کو عطا کیا اور اس فتنے کو مسلمانوں سے رفع دفع کیا۔[18]

ترکہ: اس قدر داد و دہش کے باوجود بھی آپ نے تین لاکھ درہم (صرافہ ٹیبل: حوالہ 8) نقد، ایک ہزار اونٹ اور بہت سی جائیداد غیر منقولہ بھی چھوڑی۔[19]

۲۔ حضرت زبیر بن عوامؓ

آپؓ کی والدہ آپ کو ابو طاہر کہا کرتی تھیں لیکن کنیت ابو عبداللہ تھی۔ آپؓ قریش کے ایک ذیلی شاخ بنو اسد سے تھے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی اور حضرت ابو بکر صدیق کے بڑے داماد بھی تھے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہر نبی کے حواری ہوتے ہے، میرا حواری زبیرؓ ہے۔ غزوہ خندق کے دوران آپ کی جانثاری کے باعث نبی ﷺ نے آپؓ کو ''آپ پر میرے ماں باپ قربان'' کہا۔

پیشہ: آپؓ تاجر بھی تھے اور زمیندار بھی۔ آپ کو خیبر کے نخلستانوں میں سے ایک نخلستان بھی عطا کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ صدیق اکبر نے بھی مقامِ جرف میں انہیں ایک جاگیر مرحمت فرمائی تھی، اسی طرح حضرت عمر نے مقامِ عقیق کی زمین بھی آپ کو دے دی تھی جو مدینہ کے اطراف میں ایک خوش فضا میدان ہے۔[20] آپ فاروقی فوج میں بھی کچھ عرصہ افسر رہے اور فاروقی افسروں کی تنخواہیں سات سے دس ہزار درہم تک تھیں۔ مسلم ابن قتیبہ نے اپنی کتاب ''المعارف'' میں آپؓ کے پیشے کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ قصاب تھے۔ فتح الباری میں بیان ہوا ہے کہ حضرت زبیرؓ کپڑے کا کاروبار کیا کرتے تھے اور آپ کا کاروبار شام تک وسیع تھا۔[21]

سخاوت اور جذبہ انفاق فی سبیل اللہ: آپؓ بہت ہی زیادہ سخی تھے اور فی سبیل اللہ بے دریغ خرچ کیا کرتے۔ ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہے کہ آپنےؓ اپنے ثلث مال کی اللہ کی راہ میں وصیت کی۔[22] آپؓ کا اپنا بیان ہے کہ آپ نے جس کام میں بھی ہاتھ ڈالا اس میں کبھی نقصان نہ ہوا۔ آپؓ کے سخاوت کے چند اہم واقعات:

(۱) حضرت سعید بن عبد العزیز کہتے ہیں حضرت زبیر بن عوامؓ کے ایک ہزار غلام تھے جو انہیں مال کما کر دیا کرتے تھے۔ وہ روزانہ شام کو ان سے مال لے کر رات ہی کو سارا تقسیم کر دیتے اور جب گھر واپس جاتے تو اس میں سے کچھ بھی بچا ہوا نہ ہوتا۔[23]

(۲) آپؓ زندگی بھر دل کھول کر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہے۔ اگر کوئی سائل آجاتا اور آپؓ کے پاس نقد نہ ہوتا تو قرض لے کر حاجت پوری کرتے۔ جب آپؓ وفات پانے لگے تو ۲۲ لاکھ درہم (صرافہ ٹیبل: حوالہ 9)، (جبکہ البدایہ میں 2 کروڑ 20 لاکھ بیان ہوا ہے) اسی طرح کا قرض سر پر تھا۔

(۳) ایک مرتبہ ایک مکان چھ لاکھ (صرافہ ٹیبل: حوالہ 10) میں فروخت کیا۔ کسی نے کہا آپ نے زیادہ قیمت لی ہے۔ فرمایا: "ہر گز نہیں۔" اور وہ ساری کی ساری رقم راہِ خدا میں تقسیم فرما دی۔[24]

ترکہ: جب آپؓ کا ترکہ تقسیم ہو رہا تھا تو سب سے پہلے اس سے آپ کے وصیت کے مطابق 22 لاکھ کا قرض ادا کیا گیا۔ حضرت زبیرؓ نے ایک تہائی مال کی وصیت کی تھی۔ ورثاء میں جو مال تقسیم ہوا وہ تین کروڑ چوراسی لاکھ تھا (صرافہ ٹیبل: حوالہ 11) اور ایک تہائی کی جو وصیت کی تھی وہ ایک کروڑ بانوے لاکھ (صرافہ ٹیبل: حوالہ 12) تھا۔ لہذا میراث اور ایک تہائی مل کر پانچ کروڑ چھہتر لاکھ ہوا اور پہلے جو قرضہ ادا کیا گیا وہ بائیس لاکھ تھا۔ اس حساب سے قرض اور ایک تہائی وصیت کے ساتھ کل مال پانچ کروڑ اٹھانوے لاکھ ہوا۔[25] البدایہ میں آپ کا مجموعی ترکہ مع قرض اور وصیت سمیت 59 کروڑ 8 لاکھ درہم بیان ہوا ہے۔[26] جب ترکہ تقسیم ہوا تو آپؓ کی چار بیویوں میں سے ہر ایک کو بارہ بارہ لاکھ درہم ورثے میں نقد ملے۔ سفیان بن عیینہ سے مروی ہے کی کہ زبیرؓ کی میراث میں چار کروڑ درہم تقسیم کیے گئے۔ زبیرؓ کے ترکہ کی قیمت پانچ کروڑ بیس لاکھ یا پانچ کروڑ دس لاکھ تھی۔[27] آپؓ نے اپنے پیچھے کوئی دینار یا درہم نہ چھوڑا سوائے چند زمینوں کے جن میں الغابہ (مدینہ سے چند میل دور) بھی تھا، مدینہ میں گیارہ گھر، بصرہ میں دو گھر، کوفہ میں ایک گھر اور مصر میں گھر

چھوڑا۔[28] زبیرؓ نے الغابہ کو ایک لاکھ ستر ہزار درہم (صرافہ ٹیبل: حوالہ 13) میں خریدا تھا جسے ان کے بیٹے عبداللہ بن زبیرؓ نے سولہ لاکھ درہم (صرافہ ٹیبل: حوالہ 14) میں فروخت کیا۔[29]

۴۔ حضرت طلحہٰ بن عبیداللہؓ قریشی تیمی

آپؓ کی کنیت ابو محمد اور القابات الخیر، الفیاض اور الجواد تھے۔ آپؓ قریش کے ایک شاخ تیم سے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ کی طرح حضرت طلحہ نےؓ بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دعوت تبلیغ کے وجہ سے اسلام قبول کیا۔ حضرت عمرؓ نے جن چھ اصحاب کے نام اپنے بعد خلافت کے لیے پیش کئے تھے ان میں ایک حضرت طلحہؓ بھی تھے لیکن آپؓ نے نہایت فراخ دلی سے حضرت عثمان غنیؓ کو اپنے اوپر ترجیح دی۔

پیشہ: تجارت آپؓ کا ذریعہ معاش تھا۔ شباب ہی میں دور دراز ممالک کا تجارتی سفر کیا کرتے تھے۔ سترہ سال کی عمر میں بغرض تجارت صریٰ تشریف لے گئے وہاں ایک راہب سے پہلی مرتبہ نبی آخرالزمان ﷺ کے آنے کی بشارت ملی۔ ہجرت کے بعد زراعت کا رخ بھی اختیار کیا، اور اس کو نہایت وسیع پیمانے پر پھیلا دیا۔ بیس اونٹ آپؓ کے قناۃ کے کھیتوں میں سیرابی کا کام کرتے تھے۔ آپ کی روزانہ آمدن اوسطاً ایک ہزار دینار تھی۔[30]

سخاوت اور جذبہ انفاق فی سبیل اللہ: آپؓ بہت ہی زیادہ سخی تھے اور اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ کرتے تھے۔ قیس ابن ابی حزم کا بیان ہے کہ میں نے آپؓ سے زیادہ بے طلب کی بخشش میں پیش نہ دیکھا۔ آپؓ کی روزانہ آمدن ایک ہزار وافی تھی (ایک وافی ایک درہم اور چار دانق کا ہوتا ہے اور ایک درہم میں چھ دانق ہوتے ہیں لہذا ہزار وافی کے ایک ہزار چھ سو چھیاسٹھ درہم اور چار دانق ہوئے (صرافہ ٹیبل: حوالہ ۱۵))۔[31] آپؓ کے سخاوت کے چند اہم واقعات:

(ا) ایک دفعہ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ اپنی ایک زمین سات لاکھ درہم (صرافہ ٹیبل: حوالہ 16) میں فروخت کی اور سب راہ حق میں صرف کر دیا۔[32]

(۲) آپؓ بنو تیم کے تمام محتاج و تنگدست خاندانوں کی کفالت کرتے تھے لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کے شادی کر دیتے تھے جو لوگ مقروض ہوتے ان کا قرض ادا کر دیتے تھے۔ چنانچہ صبیحہ تیمی پر تیس (۳۰) ہزار درہم (صرافہ ٹیبل: حوالہ 17) قرض تھا وہ سب آپؓ نے اپنے پاس سے ادا کر دیا۔ اُم المومنین حضرت عائشہؓ سے بھی خاص عقیدت تھی اور ہر سال دس (۱۰) ہزار درہم (صرافہ ٹیبل: حوالہ 6) پیش خدمت کرتے تھے۔[33]

(۳) غزوہ ذی القرد میں نبی ﷺ مجاہدین کے ساتھ بیسان مالح نامی ایک چشمہ پر سے گزرے، حضرت طلحہ نے اس کو خرید کر وقف کر دیا۔[34]

(۴) غزوہ تبوک کے موقع پر مصارف جنگ کے لیے گراں قدر رقم پیش کر کے رسول اللہ ﷺ سے فیاض کا خطاب حاصل کیا۔

(۵) حضرت طلحہؓ کی بیوی حضرت سعدیؓ فرماتی ہے کہ ایک دن حضرت طلحہؓ نے ایک لاکھ درہم (صرافہ ٹیبل: حوالہ 18) صدقہ کئے، پھر اس دن ان کو مسجد میں جانے سے صرف اس وجہ سے دیر ہو گئی کہ میں نے ان کے کپڑے کے دونوں کناروں کو ملا کر سیا۔[35]

(۶) حضرت سعدیؓ سے مروی ہے کہ ایک دن میں حضرت طلحہؓ کے پاس گئی تو میں نے ان کی طبیعت پر گرانی محسوس کی۔ ان سے پوچھا کہ کیا ہماری طرف سے آپ کو کوئی ناگوار بات پیش آئی ہے ؟ اگر ایسا ہے تو پھر اس ناگوار بات کو دور کر کے آپ کو راضی کریں گے۔ حضرت طلحہؓ نے کہا نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم تو مسلمان مرد کی اچھی بیوی ہو۔ میں اس وجہ سے پریشان ہوں کہ میرے پاس مال جمع ہو گیا ہے اور مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ اس کا کیا کروں ؟ میں نے کہا اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے آپ اپنی قوم کو بلالیں اور یہ مال ان میں تقسیم کر دیں۔ حضرت طلحہؓ نے فرمایا اے لڑکے ! میرے قوم کو میرے پاس لے آؤ (چنانچہ ان کی قوم والے آگئے اور تو سارا مال ان میں تقسیم کر دیا)۔ میں نے خزانچی سے پوچھا کہ انہوں نے کتنا مال تقسیم کیا۔ خزانچی نے کہا چار لاکھ (صرافہ ٹیبل: حوالہ 19)۔[36]

(۷) سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ حضرت طلحہ ہر روز ایک ہزار وافی خیرات کرتے تھے۔ واقدی کا بیان ہے کہ وافی کا وزن دینار کے برابر ہوتا ہے یہی دراہم فارس کا وزن ہے۔[37]

ترکہ: آپؓ کے بیٹے موسیٰ بن طلحہ سے حضرت امیر معاویہؓ نے پوچھا کہ آپ کے والد نے کتنا ترکہ چھوڑا تھا؟ تو حضرت موسیٰؒ نے کہا کہ زندگی بھر کی داد و دہش اور صدقہ و خیرات کے باوجود ہمارے لئے بائیس لاکھ درہم (صرافہ ٹیبل: حوالہ 9)، دو لاکھ دینار (صرافہ ٹیبل: حوالہ 20) چھوڑے۔ اس کے علاوہ آپ کی بقیہ جائیداد کی قیمت تین کروڑ درہم (صرافہ ٹیبل: حوالہ 21) لگائی گئی۔[38]

۵۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ

آپ کی کنیت ابو محمد اور والد کا نام عوف تھا۔ آپ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنوزہرہ سے تھا ۔ آپ ان آٹھ خوش نصیب مسلمانوں میں سے ہیں جن کو دنیا میں جنت کی بشارت ملی تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر آپ کے پیچھے ایک رکعت نماز بھی پڑھی تھی۔

پیشہ: حضور ﷺ کے زمانے میں آپؓ کا تجارتی کاروبار تھا۔ آپؓ مدینہ میں بے سروسامانی کی حالت میں گئے تھے۔ لیکن چند ہی سالوں میں آپ کا سامانِ تجارت سینکڑوں اور ہزاروں اونٹوں پر لد کر آتا تھا۔ آپؓ نے مدینہ کے بنو قینقاع کے بازار سے گھی، پنیر اور چمڑے کا کاروبار شروع کیا تھا۔[39] اللہ نے آپ کے کاروبار میں اتنی برکت ڈالی تھی کہ آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے خود کو اس حالت میں دیکھا کہ اگر کوئی پھتر اٹھاتا تو امید کرتا کہ مجھے اس کے نیچے سونا یا چاندی ملے گی۔

سخاوت اور جذبہ انفاق فی سبیل اللہ: آپؓ بہت ہی زیادہ سخی تھے اور اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ کرتے تھے۔ آپؓ کے سخاوت کے چند اہم واقعات:

(۱) ایک مرتبہ آپؓ نے اپنی ایک زمین حضرت عثمان بن عفانؓ کے ہاتھ چالیس ہزار دینار (صرافہ ٹیبل: حوالہ ۱۹) میں بیچی اور یہ ساری رقم قبیلہ بنو زہرہ، غریب مسلمانوں، مہاجرین اور حضور ﷺ کے ازواج مطہرات میں تقسیم کر دی۔[40]

(۲) حضرت جعفر بن برقان کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے تیس ہزار گھرانے آزاد کئے۔ جبکہ ایک اور روایت میں ہے کہ تیس ہزار باندیاں آزاد کئے۔[41]

(۳) غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے دو سو اوقیہ چاندی صدقہ کیا۔[42]

(۴) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ اپنے گھر میں تھیں کہ انہوں نے مدینہ میں ایک شور سنا۔ لوگوں نے بتایا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا تجارتی قافلہ ملک شام سے ضرورت کی ہر چیز لے کر آیا ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں (اس قافلے میں) سات سو اونٹ تھے اور سارا مدینہ اس شور کی آواز سے گونج اٹھا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ عبدالرحمٰن بن عوف گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے جنت میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ بات حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے سنی تو انہوں نے کہا میں پوری کوشش کروں گا کہ جنت میں (قدموں پر) چل کر داخل ہوں اور یہ کہہ کر اپنا سارا قافلہ مع سارے سامان تجارت اور کجاووں کے اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیا۔[43]

(۵) حضرت زہریؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اپنا آدھا مال چار ہزار درہم (صرافہ ٹیبل: حوالہ ۲۲) اللہ کے راستے میں صدقہ کئے جس پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؓ کے لیے یہ دعا فرمائی کہ: "بَارَکَ اللہ لَکَ فِیما اَمسَکتَ و فِیما اعطیتَ" یعنی اللہ تمہارے اس مال میں بھی برکت دے جو تم نے گھر میں رکھا اور اس میں بھی جو تم نے اللہ کی راہ میں دیا۔ پھر چالیس ہزار دینار صدقہ کئے۔ پھر چالیس ہزار دینار صدقہ کئے (یعنی دو مرتبہ چالیس، چالیس ہزار دینار)۔ پھر پانچ سو گھوڑے اللہ کے راستے میں دیئے۔ پھر ڈیڑھ ہزار اونٹ اللہ کے راستے میں دیئے۔ ان کا اکثر مال تجارت کے ذریعہ کمایا ہوا تھا۔[44]

ترکہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ زندگی بھر دل کھول کر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہے۔ پھر بھی جب آپ دنیا سے رخصت ہونے لگے تو وصیت فرمائی کہ:

الف۔ اس وقت جس قدر بدری صحابہؓ موجود ہیں ان سب کو چار چار سو دینار (صرافہ ٹیبل: حوالہ 22) دیئے جائے۔ اس وقت ایک سو سے زائد صحابہؓ حیات تھے۔ ان سب نے بخوشی یہ رقم قبول کی حتیٰ کہ حضرت عثمان غنیؓ نے بھی اپنا حصہ وصول کیا اور وہ اس وقت خود خلیفہ تھے۔[45]

ب۔ پچاس ہزار دینار (صرافہ ٹیبل: حوالہ 23) اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیے گئیں۔[46]

ج۔ ایک ہزار گھوڑے اللہ کی راہ میں دیئے جائے۔[47]

اور جامع الترمذی کے باب مناقبِ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ میں حضرت ابو سلمہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ازواجِ مطہراتؓ کے لیے ایک باغ کی وصیت کی جو چار لاکھ (صرافہ ٹیبل: حوالہ 19) میں فروخت ہوا۔ اس وصیت کے بعد جب ترکہ تقسیم ہوا تو آپ کی تین بیویوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ درہم (صرافہ ٹیبل: حوالہ 18) ملا۔ آپؓ کے متروکے میں سونا اتنا تھا جسے کلہاڑیوں سے کاٹا گیا، یہاں تک کہ لوگوں کے ہاتھوں میں اس سے چھالے پڑ گئے۔[48] علاوہ ازیں آپ نے ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں اور سو گھوڑے ورثے میں چھوڑے۔[49]

مندرجہ بالا دراہم و دیناروں کے صدقاتوں کا عصرِ حاضر میں قدر و قیمت

زیرِ مطالعہ مقالے کے اندر جگہ جگہ بیان کیا گیا کہ اصحابِ نبی ﷺ کا صدقہ عموماً درہم یا دینار کی شکل میں ہوتا تھا، لہذا یہاں یہ واضح کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم مختصراً ان دونوں تجارتی سکوّں، ان کے اوزان اور قدر و قیمت کو دورِ جدید کے معیارِ اوزان کے تناظر میں سمجھے۔ دورِ

نبوی ﷺ میں تین قسم کے نظامِ زر اور معیارِ اوزان و پیمائش تھے۔ایک یونانی رومی نظام دوسرا ایرانی نظام۔[50] پھر ان دونوں نظاموں کے باہم ترتیب اور ملاپ سے ایک تیسرا نظام وجود میں آیا جو مدنی نظام کہلایا۔ جیسا کہ امام ابوالقاسم نے اپنی کتاب ''الاموال'' میں لکھا ہے کہ مدنی درہم کا وزن چھ دوانیق مقرر کیا گیا تھا اور یہ نسبت آٹھ دانق والے نئے بھرپور وزن کے بڑے (سُود وافیہ / ایرانی) درہم اور چار دانق پرانے طبری چھوٹے (یونانی رومی) درہم کو ضم کر کے ان کی اوسط لے کر بنایا گیا تھا۔[51] لہذا نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''نظامِ اوزان و پیمائش وہی معیار ہے جو اہل مدینہ کا ہے''۔[52]

درہم و دینار سے متعلق یہ امر یقینی ہے کہ دینار سونے کا اور درہم چاندی کا سکّہ ہوتا تھا۔ مزید برآں وزن کے اعتبار سے سات دینار دس درہم کے برابر تھے جبکہ قدر و قیمت اور زرِ مبادلہ کے اعتبار سے ایک دینار دس درہم کے مساوی تھا۔ذیل میں ان سکّوں کے اوزان اور قدر و قیمت کی تفصیل جدید معیارِ اوزان یعنی ''گرام'' کے تناسب میں بیان کیا گیا ہے۔

- ایک دینار 5.184= گرام سونا۔[53]
- ایک درہم 3.628= گرام چاندی۔[54]
- سات (7) دینار = دس (10) درہم (بلحاظ وزن)

  5.184 x 7 گرام 3.628 x 10= گرام

  36.28 گرام 36.28= گرام
- ایک دینار = دس (10) درہم (بلحاظ قدر و قیمت اور زرِ مبادلہ)

  39294.72/- روپے x3929.48 10= روپے
- ایک دینار کی قیمت 39294.72/- روپے۔ جبکہ ایک درہم کی قیمت 3929.48/- روپے

نوٹ:۔ مندرجہ بالا تمام حسابات 31 دسمبر 2019 کے سونے کی قیمت کے لحاظ سے کی گئی ہے۔ (10 گرام سونے کی قیمت بتاریخ 31 دسمبر 2019= 75800/- روپے)

صراف ٹیبل:

حوالہ	دینار	درہم	عصرِ حاضر میں قدر و قیمت (پاکستانی روپے میں)
تناسب	1	10	39294.72
4	30	300	1,178,841.60
15	167	1,666	6,562,218.24
22	400	4,000	15,717,888.00
5	8,14	8,142	31,985,902.08
6	1,000	10,000	39,294,720.00
2	2,000	20,000	78,589,440.00
3	2,500	25,000	98,236,800.00
17	3,000	30,000	117,884,160.00
7	6,000	60,000	235,768,320.00
1	7,000	70,000	275,063,040.00
18	10,000	100,000	392,947,200.00
13	17,000	170,000	668,010,240.00
8	30,000	300,000	1,178,841,600.00
19	40,000	400,000	1,571,788,800.00
23	50,000	500,000	1,964,736,000.00
10	60,000	600,000	2,357,683,200.00
16	70,000	700,000	2,750,630,400.00
14	160,000	1,600,000	6,287,155,200.00
20	200,000	2,000,000	7,858,944,000.00
9	220,000	2,200,000	8,653,561,827.84
12	1,920,000	19,200,000	75,445,862,400.00
21	3,000,000	30,000,000	117,884,160,000.00
11	3,840,000	38,400,000	150,891,724,800.00

خلاصہ بحث

دنیا میں موجود ہر چیز اور مال و دولت کا حقیقی مالک صرف اور صرف ایک اللہ ہے۔ اسی ربانیت کا تقاضا ہے کے ہر چیز کو اسی حقیقی مالک کے احکامات کے مطابق استعمال کیا جائے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بیسیوں جگہ صدقہ اور انفاق اللہ کی اہمیت بیان فرمائی ہے مثلاً سورۃ البقرۃ ۲۵۴، ۵، ۱۷۷، ۲۶۱، ۲۶۵، ۲۶۸، ۲۶۷۔ سورۃ آلِ عمران ۹۲۔ سورۃ الحدید ۱۸، ۱۱، ۷۔ سورۃ المنافقون ۱۰-۱۱۔ سورۃ المائدہ ۱۲۔ سورۃ التغابن ۱۷۔ سورۃ المزمل ۲۰۔ سورۃ الذاریات ۱۹۔ سورۃ الرعد ۲۲۔ سورۃ الفاطر ۲۹۔ وغیرہ، اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ انفاق فی سبیل اللہ دین اسلام کا ایک اہم شعبہ ہے۔ پیغمبرِ خدا ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ سے اُمت کو یہی تصور دیا کہ ایک مسلمان کے لیے اصل مال وہ ہے جسے اس دنیا میں اللہ کی راہ میں استعمال کر کے آخرت کے لیے ذخیرہ کر لیا جائے۔ یہ حقیقت پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ صدقہ اور انفاق فی سبیل اللہ سے مال میں کمی نہیں ہوتی، خواہ کتنا ہی زیادہ خرچ کیوں نہ کیا جائے۔ صحابہ کرامؓ کی زندگیا شریعت کی انہی اصولوں اور تعلیماتوں کے عملی نمونہ تھیں، کسی بھی صحابی کی زندگی انفاق فی سبیل اللہ سے خالی نہیں تھی اور ہر کوئی اپنے استطاعت سے بڑھ کر فی سبیل اللہ خرچ کرتے۔ لیکن مالدارانِ صحابہ کا طرزِ عمل تو اس حوالہ سے قابلِ رشک اور مثالی تھا، انہی مالدارانِ صحابہؓ میں سے صرف چار صحابہؓ کے مجموعی صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کو اگر دیکھا جائے تو موجودہ دور میں اس کی مالیت کھربوں روپیوں سے تجاوز کر جاتی ہے۔ لیکن اس کثیر صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کے باوجود ان کا مال بجائے کم ہونے کے بڑھتا چلا جاتا تھا۔ لہٰذا اللہ کا قانون آج بھی وہی ہے کہ "جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس دانے جیسی ہے جس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہو، اور اللہ جسے چاہے بڑھا چڑھا کر دے (البقرۃ ۲۶۱)" یعنی جو اللہ کی راہ میں ایک روپیہ لگاتا ہے تو اللہ کے یہاں اس کا اجر سات سو یا اس سے بھی زیادہ کے برابر ہے اور اس کا اجر اللہ اپنے بندے کو دنیا اور آخرت دونوں میں دیتا ہے۔ لیکن اب ضرورت ہے تو صرف عمل اور یقین کی کہ

ہم اللہ کی دی ہوئی مال کو اس کی مرضی اور احکامات کے مطابق خرچ کرکے اپنا دینی فرض پورا کرے اور اللہ کی ذات پر یقینِ کامل رکھے کہ مجھے اس کا اجر دنیا اور آخرت دونوں میں ملے گا۔

حواشی وحوالہ جات

1 القرآن: سورۃالتوبہ ۹: آیت: ۳۴۔

2 القرآن: سورۃالبقرہ ۲: آیت: ۲۶۷۔

3 القرآن: سورۃالبقرہ ۲: آیت: ۵۔۳۔

4 ترمزی، السنن، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء أن المال لحقاً سوی الذکاۃ، ۳: ۴۸، رقم ۶۵۹۔

5 بخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، باب النبی ﷺ ما یسرنی أن عندی أحد ھذا ذھبا، ۵: ۲۲۶۸، رقم ۵۷۰۷۔

6 ترمذي، الشمائل المحمدیۃ، ۱: ۲۹۴، رقم: ۳۵۶۔

7 سعد، بن محمد۔ طبقات ابن سعد، اردو: جلد ۲، ص ۱۳۵۔

8 ابن قتیبہ، مسلم۔ کتاب المعارف: ص ۱۹۳۔

9 خرم یوسف، مولانا، حضرت عثمان غنیؓ کے ۱۰۰ قصے، بیت العلوم، لاہور، ص ۲۲۔

10 ابنِ خلدون، عبدالرحمٰن۔ تاریخ ابنِ خلدون اردو: جلد ۲، ص ۳۷۰۔

11 محمد اویس، ابن سرور۔ عشرہ مبشرہ کے دلچسپ واقعات: بیت العلوم، لاہور۔ ص ۱۴۰۔

12 ابنِ خلدون، عبدالرحمٰن۔ تاریخ ابنِ خلدون اردو: جلد ۲، ص ۳۶۹۔

13 جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب عثمان، جلد ۲، رقم ۲۱۱۔

14 مبارکپوری، صفی الرحمٰن، مولانا۔ الرحیق المختوم: المکتبۃ السلفیۃ، لاہور۔ ص ۵۸۳۔

15 گھانچی، محمد عارف، حافظ، رسول اکرم ﷺ بحیثیت تاجر: مکتبۃ فیض القرآن، کراچی، ص ۴۸۔

16 عبدالرحمٰن کیلانی، مولانا، اسلام میں دولت کے مصارف، مکتبۃ السلام، لاہور، ص ۳۷۔

17 الحاج مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی۔ سیر الصحابہ: جلد ۱، ص ۲۱۲۔

18 ابنِ خلدون، عبدالرحمٰن۔ تاریخ ابنِ خلدون، اردو: جلد ۲، ص ۳۷۴۔

19 کیلانی، عبدالرحمٰن، مولانا اسلام میں دولت کے مصارف، مکتبۃ السلام، لاہور، ص ۳۷۔

20 الحاجم ولاناشاہ معین الدین احمد ندوی۔ سیر الصحابہ: جلد ۲، ص ۸۱۔

21 غفاری، نور محمد، مولانا، اسلام کا قانونِ تجارت: مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ص ۲۵۔

22 سعد، بن محمد۔ طبقات ابن سعد، اردو: جلد ۲، ص ۱۹۷۔

23 کاندھلوی، یوسف، محمد۔ حیاۃ الصحابہ، اردو: جلد ۲، ص ۲۷۳۔

24 ظفر، احمد، محمود، حکیم۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ اور تجارت۔ بیت العلوم، لاہور۔ ص ۱۱۳/ سیر اعلام النبلاء. جلد ۱، ص ۵۷۔

25 کاندھلوی، یوسف، محمد۔ حیاۃ الصحابہ، اردو: جلد ۲، ص ۲۷۵۔

26 البدایہ النہایہ، اردو: جلد ۷، ص ۳۳۰۔

27 سعد، بن محمد۔ طبقات ابن سعد، اردو: جلد ۲، ص ۱۹۹۔

28 کاندھلوی، یوسف، محمد۔ حیاۃ الصحابہ، اردو: جلد ۲، ص ۲۷۴۔

29 سعد، بن محمد۔ طبقات ابن سعد، اردو: جلد ۲، ص ۱۹۸۔

30 الحاج مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی۔ سیر الصحابہ: جلد ۲، ص ۹۳۔

31 کاندھلوی، یوسف، محمد۔ حیاۃ الصحابہ، اردو: جلد ۲، ص ۲۷۲۔

32 کمالی، ماجد علی، محمد۔ عشرہ مبشرہ: قادری رضوی کتب خانہ، لاہور۔ ص ۳۲۷۔

33 کمالی، ماجد علی، محمد۔ عشرہ مبشرہ: قادری رضوی کتب خانہ، لاہور۔ ص ۳۲۸۔

34 الحاج مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی۔ سیر الصحابہ: جلد ۲، ص ۹۰۔

35 اویس، محمد، ابن سرور۔ عشرہ مبشرہ کے دلچسپ واقعات۔ بیت العلوم، لاہور: ص ۲۲۰۔

36 کاندھلوی، یوسف، محمد۔ حیاۃ الصحابہ، اردو: جلد ۲، ص ۲۷۲۔

37 عزّ الدّین بن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری۔ اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ، اردو، جلد ۲، ص ۱۲۱۔

38 سعد، بن محمد۔ طبقات ابن سعد، اردو: جلد ۲، ص ۲۴۰۔

39 مبارکپوری، صفی الرحمٰن، مولانا: الرحیق المختوم: المکتبۃ السلفیۃ، لاہور۔ ص ۲۵۷۔

40 کاندھلوی، یوسف، محمد۔ حیاۃ الصحابہ، اردو: جلد ۲، ص ۲۷۶۔

41 حوالہ بالا۔

42 مبارکپوری، صفی الرحمٰن، مولانا: الرحیق المختوم: المکتبۃ السلفیۃ، لاہور۔ ص ۵۸۴۔

43 کاندھلوی، یوسف، محمد۔ حیاۃ الصحابہ، اردو: جلد ۲، ص ۲۰۳۔

44 حوالہ بالا۔

45 عبدالرحمٰن کیلانی، مولانا، اسلام میں دولت کے مصارف، مکتبۃ السلام، لاہور، ص ۳۲۔

46 عزّ الدّین بن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری۔ اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ اردو، جلد ۲، ص ۴۳۹۔

47 عبدالرحمٰن کیلانی، مولانا، اسلام میں دولت کے مصارف، مکتبۃ السلام، لاہور، ص ۳۲۔

48 عزّ الدّین بن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری۔ اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ اردو، جلد ۲، ص ۴۳۹۔

49 سعد، بن محمد۔ طبقات ابن سعد، اردو: جلد ۲، ص ۲۱۶۔

50 سائنس، ج، فرشتہ: زکوۃ فلسفہ اور قانون، اردو۔ اسلامک پبلیکیشنز، لاہور۔ ص ۱۰۹۔

[51] امام ابوعبید القاسم بن سلامؒ: کتابُ الاموال، اردو۔ حصّہ دوم: الزکٰوۃ، باب پیمانوں کا بیان، درہم کی کہانی۔ ص۔ ۲۸۲-۲۸۸۔

[52] سائس، ج، فرشتہ: زکٰوۃ فلسفہ اور قانون، اردو۔ اسلامک پبلیکیشنز، لاہور۔ ص۱۰۹۔

[53] سائس، ج، فرشتہ: زکٰوۃ فلسفہ اور قانون، اردو۔ اسلامک پبلیکیشنز، لاہور۔ ص۱۱۸۔

[54] حوالہ بالا۔